پروفیسر محمد اکرم ورک

مکی عہد نبوت کے اہم دعوتی و تبلیغی مراکز

قبل از ہجرت مکہ مکرمہ میں اسلام اور مسلمانوں کے لیے کوئی متعین تبلیغی ودعوتی مرکز نہ تھا جہاں رہ کر وہ اطمینان اور سکون کے ساتھ اپنی دعوتی سرگرمیوں کو جاری رکھتے ۔ درحقیقت مکی دور میں خود رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ اقدس ہی متحرک درس گاہ تھی ۔ سفر وحضر، دن اور رات ہر حال اور ہر مقام میں آپ ﷺ ہی کی ذات دعوت وتبلیغ کا منبع تھی ۔ صحابہ کرامؓ عام طور پر چھپ کر ہی قرآن مجید کی تعلیم حاصل کرتے تھے تاہم کفار مکہ کی ستم رانیوں کے باوجود رسول اللہ ﷺ کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ، خبابؓ بن الارت، مصعبؓ بن عمیر اور دیگر صحابہ کرامؓ قرآن مجید کی تعلیم اور اشاعت میں مصروف رہے ۔ مکی دور کے ایسے مقامات اور حلقہ جات کو دعوت وتبلیغ کے مراکز سے تعبیر کیا جا سکتا ہے جہاں حالات کی نزاکت اور ضرورت کے مطابق کسی نہ کسی انداز میں قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی تھی یا قرآن کی تلاوت کی جاتی تھی ۔ ذیل کی سطور میں مکی دور کے چند دعوتی وتبلیغی مراکز کا مختصر تعارف پیش کیا جاتا ہے، جہاں پر صحابہ کرامؓ نے کسی نہ کسی حیثیت میں فریضۂ دعوت انجام دیا ۔

مسجد ابی بکرؓ

مکی دور میں دعوت وتبلیغ کا اولین مرکز حضرت صدیق اکبرؓ کی وہ مسجد تھی جو آپؓ نے اپنے گھر کے صحن میں بنا رکھی تھی ۔ ابتدا میں یہ ایک کھلی جگہ تھی جس میں آپؓ قرآن مجید کی تلاوت کرتے اور نماز پڑھا کرتے تھے ۔ عام طور پر آپؓ بلند آواز سے قرآن مجید کی تلاوت کرتے تو کفار ومشرکین مکہ کے بچے اور عورتیں ان کے گرد جمع ہو کر قرآن سنتے، جس سے ان کا دل خود بخود اسلام کی طرف مائل ہوتا ۔ یہ صورت حال مشرکینِ مکہ کو بھلا کب گوارا تھی، چنانچہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کو سخت اذیت میں مبتلا کیا جس کی وجہ سے آپؓ نے مکہ سے ہجرت کا ارادہ کر لیا ۔ مگر راستے میں قبیلۂ قارہ کے رئیس ابن الدغنہ سے ملاقات ہوئی ۔ اس نے پوچھا اے ابوبکرؓ کدھر کا ارادہ ہے؟ آپؓ نے فرمایا کہ میری قوم نے مجھے ہجرت پر مجبور کر دیا ہے، اب دنیا کی سیر کروں گا اور کسی گوشہ میں اطمینان سے اپنے رب کی عبادت کروں گا، مگر ابن الدغنہ یہ کہہ کر آپ کو واپس لے آیا کہ آپؓ جیسے با کردار شخص کو ہجرت پر مجبور نہیں کیا جا سکتا اور پھر حضرت صدیقِ اکبر

ؓ کے لیے اپنی پناہ کا اعلان کیا۔ ابوبکرؓ واپس تشریف لے آئے اور گھر کے صحن میں باقاعدہ مسجد بنالی۔ صحیح بخاری میں ہے:

ثم بدأ لابی بکرؓ فابتنی مسجدا بفناء داره وبرز فکان یصلی فیه ویقرء القرآن (۱)	''پھر ابوبکرؓ نے اپنے مکان کے باہر صحن میں ایک مسجد بنائی، اوراس میں نماز اور قرآن پڑھتے تھے''۔

مسجد ابی بکرؓ میں نہ کوئی مستقل معلم مقرر تھا اور نہ کوئی باقاعدہ طالب علم تھا۔ البتہ یہ مسجد تلاوتِ قرآن اور اشاعتِ قرآن کے لیے مکی دور کی اولین درس گاہ اور تبلیغی مرکز قرار دی جاسکتی ہے جہاں پر کفار مکہ کے بچے بچیاں اور عورتیں قرآن کے آفاقی پیغام کو لحنِ صدیقیؓ میں سنتے تھے اور مائل بہ اسلام ہوتے تھے۔ چنانچہ ابن اسحاق حضرت عائشہؓ کی سند سے روایت کرتے ہیں:

وکان رجلا رقیقا، اذا قرأ القرآن استبکی، فیقف علیه الصبیان والعبید والنساء، یعجبون لما یرون من هیئته، فمشی رجال من قریش الی ابن الدغنة، فقالوا: یا ابن الدغنة! انک لم تجر هذا الرجل لیؤذینا! انه رجل اذا صلی وقرأ ما جاء به محمدﷺ یرق ویبکی، وکانت له هیئته ونحو، فنحن نتخوّف علی صبیاننا ونسائنا و ضعفتنا ان یفتنهم، فأته، فمره ان یدخل بیته فلیصنع فیه ماشاء	''حضرت ابوبکرؓ رقیق القلب انسان تھے، جب قرآن پڑھتے تو روتے، اس وجہ سے آپؓ کے پاس لڑکے، غلام اور عورتیں کھڑی ہوجاتیں، اور آپؓ کی اس ہیئت کو پسند کرتے، قریش کے چند لوگ ابن الدغنہ کے پاس گئے اور اس سے کہا: اے ابن الدغنہ! تونے اس شخص کو اس لیے تو پناہ نہیں دی تھی کہ وہ ہمیں تکلیف پہنچائے۔ وہ ایسا شخص ہے کہ جب نماز میں وہ کلام پڑھتا ہے جو محمدﷺ لایا ہے تو اس کا دل بھر آتا ہے اور وہ روتا ہے۔ اس کی ایک خاص ہیئت اور طریقہ ہے جس کی وجہ سے ہمیں بچوں، عورتوں اور دیگر لوگوں کے متعلق خوف ہے کہ کہیں یہ انہیں فتنے میں نہ ڈال دے اس لیے تو اس کے پاس جا اور حکم دے کہ وہ اپنے گھر کے اندر رہے اور اس میں جو چاہے کرے''۔

چنانچہ ابن الدغنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ یا تو آپؓ اس طریقے سے باز آجائیں یا میری پناہ مجھے واپس لوٹا دیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا: میں نے تیری پناہ تجھے واپس کردی۔ میرے لیے اللہ کی پناہ کافی ہے۔ (۲)

بیت فاطمہ بنتِ خطابؓ

حضرت فاطمہ بنتِ خطابؓ، حضرت عمر بن خطابؓ کی بہن ہیں جنہوں نے ابتدائی دور میں ہی اپنے خاوند سعید

بن زیدؓ سمیت اسلام قبول کرلیا۔ یہ دونوں میاں بیوی اپنے گھر میں ہی حضرت خبابؓ بن الارت سے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ ایک دن اسلام لانے سے پہلے گلے میں تلوار حمائل کیے رسول اللہ ﷺ کے قتل کے ارادے سے نکلے، لیکن راستے میں اپنی بہن اور بہنوئی کے مسلمان ہونے کی خبر ملی تو انتہائی غصے کی حالت میں تلوار ہاتھ میں لے کر ان کے مکان پر پہنچے تو ان کو قرآن کی تلاوت اور تعلیم میں مشغول پایا۔ ابنِ اسحاق کی روایت ہے:

وعندهما خبابؓ بن الارت معه صحيفة فيها: "طٰهٰ" يقرء هما اياها (۳)	''ان دونوں کے پاس خبابؓ بن الارت تھے جن کے پاس ایک صحیفہ تھا جس میں سورہ طٰہٰ لکھی ہوئی تھی جو وہ ان دونوں کو پڑھا رہے تھے''

سیرتِ حلبیہ میں حضرت عمرؓ کی زبانی منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے بہنوئی کے یہاں دو مسلمانوں کے کھانے کا انتظام کیا تھا، ایک خباب بن الارتؓ اور دوسرے کا نام مجھے یاد نہیں۔ خباب بن الارتؓ میری بہن اور بہنوئی کے پاس آتے جاتے تھے اور ان کو قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ (۴)

اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کا یہ بیان ہے:

وكان القوم جلوسا يقرء ون صحيفة معهم (۵)	''اور ایک جماعت بیٹھ کر صحیفہ پڑھ رہی تھی جو ان کے پاس موجود تھا''

بیت فاطمہ بنتِ خطابؓ کو مکی دور میں قرآن مجید کی تعلیم اور اشاعت کا مرکز کہا جاسکتا ہے جہاں کم از کم دو طالب علم اور ایک معلم تھا۔ اور اگر حضرت عمرؓ کے بیان میں لفظ ''قوم'' کا اعتبار کیا جائے تو یقینی طور پر یہاں قرآن پڑھنے والی ایک پوری جماعت کا پتہ چلتا ہے۔

دارِ ارقمؓ

حضرت ارقم بن ابی الارقمؓ ☆ السابقون الاولون یعنی بالکل ابتدائی دور میں اسلام لانے والوں میں سے ہیں۔

☆ حضرت ارقمؓ کا تعلق قبیلہ بنومخزوم سے تھا۔ کنیت ابوعبداللہؓ اور سلسلۂ نسب اس طرح ہے: ارقمؓ بن (ابی الارقم) عبد مناف بن (ابی جندب) اسد بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم (الاستیعاب، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۱/۱۳۱)

حضرت ارقمؓ کی والدہ، کا نام تماضر بنت خدیم تھا جو قبیلہ بنوسہم بن عمرو بن ہصیص سے تعلق رکھتی تھیں۔ (ایضاً، اسد الغابہ، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۱/۶۰، المستدرک، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۳/۵۰۲)

حضرت ارقمؓ کا قبیلہ بنومخزوم قریش مکہ کے سرکردہ اور بااثر قبائل میں سرفہرست تھا اس قبیلے کے جد امجد مخزوم بن یقظہ کا سلسلہ نسب تیسری پشت میں رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ نسب سے جاملتا ہے۔ یقظہ مرہ بن کعب کا بیٹا تھا اور سرتاج قریش قصی (جو ہاشم بن عبد مناف کا باپ تھا) کا باپ کلاب بن مرہ بن کعب کا ہی بیٹا تھا۔ (ابن حزم، ابومحمد علی احمد بن سعید، ''جمہرۃ انساب العرب''، ص: ۱۴۱، دار المعارف، قاہرہ)

آپؓ کے بیٹے عثمان بن ارقم، جو ثقہ محدث ہیں، کہا کرتے تھے:

انا ابن سبع الاسلام، اسلم ابی سابع سبعة (٦)

''میں (عثمان) ایک ایسی ہستی کا فرزند ہوں جنہیں اسلام میں ساتواں درجہ حاصل ہے، میرے والد اسلام قبول کرنے والے ساتویں آدمی ہیں''۔

حافظ ابنِ حجر نے بھی الاصابہ میں ابن سعد کے قول کو ہی اختیار کیا ہے تاہم ابن الاثیر کے مطابق حضرت ارقمؓ کا قبول اسلام میں دسواں یا بارہواں نمبر ہے۔ (٧)

البتہ اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت ارقمؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے ابتدائی دور میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔

وکانت داره علی الصفاء (٨)

''مکہ میں ان کا مکان کوہ صفا کے اوپر تھا''۔

دارِ ارقم ☆☆ کے نام سے شہرت حاصل کرنے والے اس مکان کو اسلامی تاریخ میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی عبداللہ بن عبدالمطلب کی والدہ ماجدہ فاطمہ (بنت عمرو بن عائذ بن عمران بن مخزوم بن یقظہ بن مرہ) کا تعلق بھی بنومخزوم ہی سے تھا۔ (جمہرۃ الانساب، ص: ۱۴۱، ۱۵)

حضرت ارقمؓ امیر معاویہؓ کے عہد حکومت میں ۵۵ھ اور ایک روایت کے مطابق ۵۳ھ میں اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔ اس وقت ان کی عمر تراسی یا پچاسی برس تھی۔ آپ کی وصیت کے مطابق سعدؓ بن ابی وقاص نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ (اسد الغابہ، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۱/ ۶۰)

امام ابوعبداللہ حاکم نیشاپوری کا قول ہے: وکان الارقم من آخر اهل بدر وفاة ''حضرت ارقمؓ بدری صحابہ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے''۔ (المستدرک، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۳/ ۵۰۲)

حضرت ارقمؓ نے وقف علی الاولاد کے طور پر اپنے گھر کو فی سبیل اللہ وقف کر دیا تھا۔ حضرت ارقمؓ نے اپنے گھر کو وقف فی سبیل قرار دینے سے متعلق جو نوشتہ تحریر کیا تھا امام حاکم نے وہ عبارت نقل کی ہے وہ عبارت یہ تھی۔

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم. هذا ما قضٰی الارقمؓ فی ربعة ما حاز الصفا انها صدقة بمکانها من الحرم لا تباع ولا تورث شهد هشام بن العاص ومولیٰ هشام بن العاص.

''یہ وہ فیصلہ ہے جو ارقمؓ نے اپنی حویلی کے متعلق دیا جو کہ کوہ صفا کے ساتھ واقع ہے۔ حرم پاک کے قریب ہونے کے باعث یہ حویلی مثل حرم محترم قرار دی جاتی ہے۔ نہ یہ فروخت ہوگی نہ وراثت میں دی جائے گی۔ اس پر ہشام بن عاص اور مولیٰ ہشام بن عاص گواہ ہیں''۔ (المستدرک، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۳/ ۵۰۳)

☆☆ لفظ ''دار'' عموماً بڑے گھروں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ ''بیت'' یا ''منزل'' بھی اگرچہ عربی الفاظ ہیں مگر ان کی حیثیت ''دار'' سے کم تر ہے۔ دار سے مراد ایسا مکان یا رہائش گاہ ہے جس کی چاردیواری بالکل محفوظ ہو۔ جس میں خواب گاہیں، صحن اور کمرے ہوں۔ (تاج العروس، فصل الباء من باب التاء، ۱/ ۵۲۹)

یہ مکان ''دارالاسلام'' کے متبرک لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔(۹)

مشرکین مکہ جب اسلام کے پھیلاؤ کو کسی طرح بھی نہ روک سکے تو انہوں نے کمزور ضعفاء اسلام پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو بیت اللہ میں آزادانہ نماز ادا کرنے سے روکتے، ذکر الٰہی اور تلاوتِ قرآن میں خلل انداز ہوتے، دست درازی کرتے اور اکثر ان کا رویہ انتہائی گستاخانہ ہوتا تھا۔ حالات اس قدر نازک ہو چکے تھے کہ مسلمانوں کے لیے گوشوں اور گھاٹیوں تک میں محفوظ اور آزادانہ طور پر عبادت اور نماز کا ادا کرنا ممکن نہ تھا۔ ابن اسحاق کا بیان ہے:

> ''ایک دفعہ مسلمان مکہ کی ایک گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے کہ مشرکین کے ایک گروہ نے انہیں دیکھ لیا اور ان کو سخت سست کہنا شروع کیا۔ بات بڑھتے بڑھتے لڑائی تک پہنچ گئی اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک شخص کو اونٹ کی ہڈی کھینچ ماری جس سے اس کا سر پھٹ گیا۔ یہ پہلا خون تھا جو اسلام کے بارے میں بہایا گیا۔(۱۰)

یہ وہ سنگین حالات تھے جن میں رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو لے کر دارِ ارقم میں پناہ گزیں ہو گئے تاکہ مسلمان پورے انہماک سے اپنے رب کے حضور اپنی جبین نیاز کو جھکا سکیں، چنانچہ جلد ہی دارِ ارقم اسلام اور دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بن گیا جہاں پر نہ صرف لوگوں کو دائرۂ اسلام میں داخل کیا جاتا تھا بلکہ ان کی مناسب تعلیم و تربیت اور تزکیۂ نفس بھی کیا جاتا تھا۔ ابنِ سعد کی روایت ہے:

کان النبی ﷺ یسکن فیھا فی اول	''رسول اللہ ﷺ ابتدائے اسلام میں اس مکان میں
الاسلام وفیھا یدعو الناس الی الاسلام	رہتے تھے، لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے تھے اور
فاسلم فیھا قوم کثیر (۱۱)	بہت سے لوگوں نے یہاں اسلام قبول کیا''۔

ابنِ جریر طبری بھی مکی عہد نبوت میں دارِ ارقم کو دعوتی سرگرمیوں کا مرکز قرار دیتے ہیں جہاں پر کثیر لوگوں نے اسلام قبول کیا چنانچہ حضرت ارقمؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وکانت دارہ علی الصفا، وھی الدار	''حضرت ارقمؓ کا گھر کوہ صفا پر واقع تھا۔ آغازِ اسلام
التی کان النبی ﷺ یکون فیھا فی اول	میں رسول اللہ ﷺ اسی گھر میں رہا کرتے تھے۔
الاسلام وفیھا دعا الناس الی الاسلام	یہیں آپ ﷺ لوگوں کو دعوتِ اسلام دیا کرتے تھے
فاسلم فیھا قوم کثیر (۱۲)	اور یہاں پر بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے''

ابنِ عبدالبر اپنی شہرہ آفاق کتاب ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' میں حضرت ارقمؓ کے تذکرہ میں لکھتے ہیں:

ابن منظور نے ''لسان العرب'' میں ابن جنی کا قول نقل کیا ہے کہ جہاں لوگ محفوظ اور آزادانہ گزر بسر کر سکتے ہوں، اسے ''دار'' کہتے ہیں۔ (ابنِ منظور، جمال الدین محمد بن مکرم، ''لسان العرب''، دار، ۲۹۸/۴، نشر ادب الحوزہ، قم، ایران، ۱۴۰۵ھ)

وفی دار الارقمؓ بن ابی الارقم ھذا کان النبی ﷺ مستخفیا من قریش بمکۃ یدعو الناس فیھا الی الاسلام فی اول الاسلام حتیٰ خرج عنھا، وکانت دارہ بمکۃ علی الصفا فاسلم فیھا جماعۃ کثیرۃ (۱۳)

''یہ ارقم بن ابی ارقمؓ وہی ہیں جن کے گھر میں رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں قریش سے پوشیدہ مقیم رہتے تھے۔ کھل کر سامنے آنے سے قبل اسلام میں آپ ﷺ یہاں پر لوگوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے۔ حضرت ارقمؓ کا یہ مکان مکہ میں کوہ صفا پر واقع تھا، چنانچہ یہاں پر بہت بڑی جماعت نے اسلام قبول کیا''

دا ارِارقم کے مرکزِ اسلام بننے کے بعد دعوت وتبلیغ کا کام اب قدرے اطمینان کے ساتھ مشرکین کی نظروں سے اوجھل انجام پانے لگا۔ دعوتِ اسلام کا یہ وہ مرحلہ ہے جس میں مکہ مکرمہ کے بے کس، زیردست اور غلام اس نئی تحریک میں اپنی دنیاوآخرت کی نجات تصور کرتے ہوئے داخل ہوتے ہیں۔ ابنِ الاثیر نے حضرت عمار بن یاسرؓ اور صہیب رومیؓ کے قبولِ اسلام کے متعلق ایک بڑا دلچسپ واقعہ تحریر کیا ہے۔

ایک دن یہ دونوں حضرات چھپتے چھپاتے اور دبے پاؤں دارِارقم کے دروازہ پر اکٹھے ہوجاتے ہیں، حیرت واستعجاب سے ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں پھر گفتگو کا رازدارانہ انداز شروع ہوجاتا ہے۔ عمار بن یاسرؓ خود بیان کرتے ہیں:

''میں نے صہیبؓ سے پوچھا تم یہاں کیوں کھڑے ہو؟ صہیبؓ نے کہا! تم کیوں کھڑے ہو؟ میں نے کہا! میں چاہتا ہوں کہ محمد ﷺ کے پاس جاؤں اور ان کی باتیں سنوں، صہیبؓ نے کہا! میں بھی تو یہی چاہتا ہوں''

چنانچہ یہ دونوں حضرات اکٹھے ہی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کرلیا۔ ان بزرگوں کا اسلام تیس سے کچھ زائد آدمیوں کے بعد ہوا۔ (۱۴)

دارِارقم نہ صرف ضعفاء اسلام کی جائے پناہ تھی بلکہ یہاں صحابہ کرامؓ کی تعلیم وتربیت کے ساتھ اجتماعی طور پر عبادات، ذکر اللہ اور دعاؤں کا سلسلہ ہمہ وقت جاری رہتا تھا۔ اس میں وہ دعا خصوصیت سے قابلِ ذکر ہے جو رسول اللہ ﷺ نے عمر بن خطابؓ اور (ابوجہل) عمرو بن ہشام میں سے کسی ایک کے قبولِ اسلام کے لیے مانگی تھی۔ ابنِ اسحاق کی روایت ہے کہ ایک دن حضرت عمرؓ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے روانہ ہوئے۔ راستہ میں اپنی بہن فاطمہ بنتِ خطابؓ کے گھر سورہ طٰہٰ کی تلاوت سنی تو کایا ہی پلٹ گئی، ان کو مائل بہ اسلام دیکھ کر حضرت خبابؓ بن الارت نے انہیں خوشخبری کے انداز میں بتایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دارِارقم میں یہ دعا کرتے سنا ہے:

اللّٰھم اید الاسلام بابی الحکم بن ھشام او بعمر بن الخطاب (۱۵)

''اے اللہ! ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن خطابؓ سے اسلام کی تائید فرما''

چنانچہ حضرت عمرؓ یہاں سے سیدھے دارِارقم پہنچے اور اسلام قبول کرلیا۔

دارِ ارقم ''دارالاسلام'' ہونے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے لئے ''دارالشوریٰ'' بھی تھا۔ پہلی اور دوسری ہجرت حبشہ جیسے اہم معاملات بھی اسی جگہ باہمی مشاورت ہی سے انجام پائے۔ ابنِ ہشام کے الفاظ اس مجلس مشاورت کی صاف غمازی کررہے ہیں:

قال لهم لو خرجتم الى ارض الحبشة فان بها ملكا لايظلم عنده احد، وهي ارض صدق، حتى يجعل الله لكم فرجا مما انتم فيه (۱۶)	''رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا! اگر تم سرزمینِ حبشہ کی طرف نکل جاؤ تو وہاں ایک بادشاہ ہے جس کے ہاں کسی پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ وہ سچائی کی سرزمین ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس مشکل سے نجات دلادے جس میں تم گرفتار ہو''

ان الفاظ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ خطاب صحابہ کرامؓ کے کسی اجتماع سے ہی ہوگا جو دارِ ارقم میں انعقاد پذیر ہوگا۔ اسی طرح ایک روز رسول اللہ ﷺ کے صحابہؓ جمع ہوئے اور باہمی مشاورت سے طے کیا کہ قریش نے قرآن کو اپنے سامنے بلند آواز سے پڑھتے ہوئے کبھی نہیں سنا لہٰذا کوئی ایسا شخص ہو جو یہ فریضہ انجام دے۔ چنانچہ حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے یہ ذمہ داری قبول کی اور قریش کو ان کی مجلس میں جاکر قرآن کی طرف دعوت دی۔ (۱۷)

اگرچہ یہ تفصیل معلوم نہیں ہوسکی کہ صحابہ کرامؓ کی یہ مجلس مشاورت کہاں پر منعقد ہوئی تاہم گمان یہی ہے کہ یہ مجلس مشاورت دارِ ارقم ہی میں قائم ہوئی ہوگی، کیونکہ اس کے علاوہ صحابہ کا اجتماع کسی اور جگہ پر مشکل تھا۔

ابتدائی دور کے تذکرہ نگار اور مؤرخین رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں فروکش ہونے کو اتنا اہم اور انقلابی واقعہ تصور کرتے ہیں کہ واقعاتِ سیرت وتذکرۂ صحابہ میں یہ کہتے ہوئے سنائی دیتے ہیں کہ یہ واقعہ دارِ ارقم میں داخل ہونے سے قبل کا ہے اور یہ اس کے بعد کا ہے۔ گویا جس طرح عام الفیل اور حلف الفضول جیسے واقعات کے حوالے سے اہلِ مکہ اپنی معاصر تاریخ کے واقعات کا تعین کرتے تھے، مسلمان مؤرخین بھی مکی عہد نبوت میں سیرت وتاریخ اسلام کے واقعات کا تذکرہ اور اندراج بھی ہادیٔ اسلام ﷺ کے دارِ ارقم میں فروکش ہونے کے حوالے سے کرتے ہیں۔ مثلاً مؤرخ ابن الاثیر نے مسعودؓ بن ربیعہ، عامرؓ بن فہیرہ، معمرؓ بن حارث وغیرہ کے تراجم (تذکروں) میں تصریح کی ہے کہ یہ لوگ رسول اللہ ﷺ کے دارِ ارقم میں منتقل ہونے سے قبل مسلمان ہوچکے تھے۔ اسی طرح مصعبؓ بن عمیر، صہیبؓ بن سنان، طلیبؓ بن عمیر، عمار بن یاسرؓ، عمر فاروقؓ وغیرہ کے تذکروں میں ابن الاثیر نے تصریح کی ہے کہ یہ لوگ دارِ ارقم میں جاکر اسلام کی دولت سے مالا مال ہوئے تھے۔ (۱۸)

ابنِ سعد نے مہاجرین مکہ میں سے اولین وسابقین اسلام کے قبول دینِ حق کو دو مرحلوں میں تقسیم کیا ہے اور یہ واضح کیا ہے کہ وہ حضرات کون کون تھے جو دارِ ارقم کو دعوتِ دین کا مرکز بنانے کے بعد حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ ابنِ سعد نے مندرجہ ذیل صحابہ کرامؓ کے تذکروں میں یہ بات خصوصیت سے ذکر کی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے دارارقم میں تشریف فرما ہونے سے قبل اسلام قبول کرچکے تھے: حضرت خدیجہؓ، ابوبکرؓ، عثمان غنیؓ، علی المرتضیٰؓ، زیدؓ بن حارثہ، عبیدہؓ بن

حارث، ابو حذیفہؓ بن عتبہ، عبداللہؓ بن جحش، عبدالرحمٰنؓ بن عوف، عبداللہؓ بن مسعود، خبابؓ بن الارت، مسعودؓ بن ربیع، واقدؓ بن عبداللہ، عامرؓ بن فہیرہ، ابوسلمہؓ بن اسد، سعیدؓ بن زید، عامرؓ بن ربیعہ، خنیسؓ بن حذافہ، عبداللہؓ بن مظعون اور حاطبؓ بن عمرو۔ اسی طرح ابن سعد نے ان بزرگوں کی بھی نشاندہی ضروری سمجھی ہے جو دارارقم کے اندر آ کر رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ان صحابہ کرامؓ میں حضرت صہیبؓ، عمار بن یاسرؓ، مصعبؓ بن عمیر، عمر بن خطابؓ، عاقلؓ بن ابی بکر، عامرؓ بن ابی بکر، ایاسؓ بن ابی بکر اور خالدؓ بن ابی بکر شامل ہیں۔ (۱۹)

ابن سعد کے اس طرزِ ترتیب سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ ان کے نزدیک دارِ ارقم کو دینِ حق کی دعوتی و تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز و محور بنانے کا واقعہ ایک ایسا نقطۂ تغیر ہے جس نے دنیا کی بے مثال اور انقلابی اسلامی تحریک کو ایک نیا رخ عطا کرنے میں ایک محفوظ پناہ گاہ اور بے مثال تربیت گاہ کا کام دیا۔ اس بات پر تمام مؤرخین اور محققین کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عمر فاروقؓ کے قبولِ اسلام تک دارِ ارقم میں ہی مقیم رہے۔ جبکہ بعض روایات کے مطابق حضرت عمرؓ نے نبوت کے چھٹے سال میں اسلام قبول کیا تھا۔ البتہ مؤرخین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ دارِ ارقم میں کب فروکش ہوئے اور کتنا عرصہ دارِ ارقم مسلمانوں کی پناہ گاہ کا کام دیتا رہا۔ اگرچہ بعض مؤرخین نے دارِ ارقم میں قیام کی مدت کے حوالے سے چھ ماہ اور ایک ماہ کے اقوال بھی نقل کیے ہیں (۲۰) لیکن اگر ماخذ کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دارِ ارقم میں رسول اللہ ﷺ کا قیام کافی مدت تک رہا۔ اگرچہ اس مدت کا تعین تو مشکل ہے اور یہ بتانا بھی ممکن نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کب دارِ ارقم میں پناہ گزین ہوئے تاہم مؤرخین کے بعض نامکمل اشارات سے ہم اس مدت کا اندازہ ضرور کر سکتے ہیں مثلاً ابن الاثیر حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کے واقعہ کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''عمر بن خطاب تلوار لٹکائے گھر سے نکلے۔ ان کا ارادہ (معاذ اللہ) رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا تھا۔ مسلمان بھی آپ ﷺ کے ساتھ دارِ ارقم میں جمع تھے، جو کوہِ صفا کے پاس تھا۔ اس وقت آنحضرت ﷺ ان مسلمانوں میں سے تقریباً چالیس مرد و زن کے ساتھ وہاں پناہ گزین تھے جو ہجرت حبشہ کے لیے نہیں نکلے تھے۔ (۲۱)

ابن الاثیر کے اس قول سے واضح ہوتا ہے:

۱۔ حضرت عمرؓ نے ہجرتِ حبشہ کے بعد اسلام قبول کیا جبکہ ابن قیم نے تصریح کی ہے کہ پہلی ہجرت حبشہ ماہ رجب ۵ نبوی میں پیش آئی۔ (۲۲)

۲۔ دارِ ارقم میں صرف وہ مسلمان پناہ گزین ہوئے تھے جو کسی وجہ سے حبشہ کی طرف ہجرت نہ کر سکے۔ لہٰذا ان باقی ماندہ مسلمانوں کی تعداد تقریباً چالیس تھی نہ کہ اس وقت تک اسلام قبول کرنے والوں کی کل تعداد ہی چالیس تھی۔

پہلی اور دوسری ہجرت حبشہ کا فیصلہ دارِ ارقم ہی میں باہمی مشاورت سے ہوا تھا۔ اس لحاظ سے اگر حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام اور ہجرتِ حبشہ کے درمیانی عرصہ کو شمار کیا جائے تو وہ بھی ایک سال سے زائد ہی بنتا ہے۔ جبکہ یہ بدیہی بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہجرتِ حبشہ سے کافی پہلے دارِ ارقم میں پناہ گزیں ہو چکے تھے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ

ابتدائی ایک دو سالوں میں ہی رسول اللہ ﷺ دارِ ارقم میں مقیم ہو گئے تھے۔ مثلاً ابن الاثیر حضرت عمار بن یاسرؓ کا یہ بیان نقل کرتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو (اپنے اسلام لانے کے بعد) دیکھا تو آپ ﷺ کے ساتھ صرف پانچ غلام، عورتیں اور ابوبکر صدیقؓ تھے''۔(۲۳)

مجاہد کا بیان ہے کہ حضرت عمار بن یاسرؓ ابتدا میں اسلام قبول کرنے والے سات آدمیوں میں سے ایک تھے۔ (۲۴) جبکہ اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ وہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے دارِ ارقم میں جا کر اسلام قبول کیا(۲۵) اس صورت میں تو رسول اللہ ﷺ کا ابتدائے اسلام ہی میں دارِ ارقم میں قیام پذیر ہونا ثابت ہوتا ہے۔

اسی طرح حضرت حمزہؓ نے کب اسلام قبول کیا؟ اس بارے میں مختلف اقوال ہیں، بعض نے کہا ہے کہ اعلانِ نبوت کے پانچویں سال اور بعض نے اعلانِ نبوت کے چھٹے سال۔ لیکن علماء محققین کی تحقیق یہ ہے کہ آپؓ اعلانِ نبوت کے دوسرے سال مشرف بہ اسلام ہوئے۔ چنانچہ علامہ ابن حجر جو فن رجال کے امام ہیں، تحریر فرماتے ہیں:

واسلم فی السنة الثانية من البعثة ولازم نصر رسول الله ﷺ وهاجر معه (۲۶)	''آپؓ بعثت کے دوسرے سال ایمان لائے اور ہمیشہ رسول اللہ ﷺ کی مدد کرتے رہے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہی ہجرت کی''

اگرچہ ابن حجر نے ۶ نبوی کا قول بھی نقل کیا ہے لیکن ''قیل'' کے ساتھ جو ضعف پر دلالت کرتا ہے۔ علامہ ابن الاثیر لکھتے ہیں:

اسلم فی السنة الثانية من المبعث (۲۷)	''آپ بعثت کے دوسرے سال ایمان لائے'' ☆

حضرت عمرؓ نے حضرت حمزہؓ کے مسلمان ہونے کے صرف تین دن بعد اسلام قبول کیا اور علماء محققین کی یہ رائے بھی بیان کی گئی ہے کہ صحیح قول کے مطابق حضرت حمزہؓ نبوت کے دوسرے سال مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت عمرؓ نے نبوت کے دوسرے سال حضرت حمزہؓ کے تین دن بعد رسول اللہ ﷺ کے دستِ مبارک پر اسلام کی بیعت کی۔ اس قول کی مزید تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اکثر علما کی یہ رائے ہے کہ آپؓ سے پہلے انتالیس مرد مسلمان ہو چکے تھے۔ آپؓ کے مسلمان ہونے سے چالیس کا عدد پورا ہوا۔ حضرت عمرؓ کا بیان ہے:

لقد رايتنی وما اسلم مع رسول الله ﷺ الا تسعة وثلاثون وكمّلتهم اربعين (۲۸)	''میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ صرف انتالیس آدمی اسلام لا چکے ہیں اور میں نے ایمان لا کر چالیس کا عدد مکمل کیا''

حاصلِ بحث یہ ہے کہ اگر محققین کے اس قول کا اعتبار کیا جائے کہ حضرت حمزہؓ اور عمرؓ نے نبوت کے دوسرے سال

☆ پیر محمد کرم شاہ الازہری نے بڑے مضبوط دلائل سے ثابت کیا ہے کہ حضرت حمزہؓ نبوت کے دوسرے ہی سال مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ ملاحظہ ہو، محمد کرم شاہ الازہری، پیر ''ضیاء النبی''، ۲/۲۵۶۔۲۵۸، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۰ء

ہی اسلام قبول کرلیا تھا تو یہ حقیقت مزید واضح ہوجاتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ بہت ابتدا ہی میں دارارقم کو اپنی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بنا چکے تھے کیونکہ اس بات پر تمام مؤرخین کا اتفاق ہے کہ ان دونوں حضرات نے دارِارقم میں ہی جا کر اسلام قبول کیا تھا۔

مؤرخین اسلام اور سیرت نگاروں کی مذکورہ بالا تصریحات سے یہ حقیقت بالکل واضح ہوجاتی ہے :

۱۔ رسول اللہ ﷺ یہاں آنے والے طالبانِ حق کو دعوتِ اسلام دیتے تھے اور جو یہاں آیا فیض ہدایت پا کر ہی نکلا۔

۲۔ دارِارقم اہلِ اسلام کے لیے اطمینان قلب اور سکون کا مرکز تھا، بالخصوص نادار، ستائے ہوئے اور مجبور ومقہور اور غلام یہاں آ کر پناہ لیتے تھے۔

۳۔ یہاں پر ذکر اللہ اور وعظ وتذکیر کا فریضہ بھی مسلسل انجام پاتا تھا، رسول اللہ ﷺ اپنے جاں نثاروں کے ساتھ اجتماعی دعائیں بھی فرماتے تھے۔ حضرت خبابؓ کے بیان سے تو یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ محسنِ انسانیت یہاں راتوں کو بھی بندگانِ خدا کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور التجائیں فرماتے تھے۔

۴۔ اس مکان میں مبلغینِ اسلام کی کارکردگی کا جائزہ لیا جاتا تھا، تبلیغ کے آئندہ منصوبے بنتے تھے اور خود مبلغین کی تربیت کا کٹھن کام بھی انجام پاتا تھا۔ دارِارقم کے تربیت یافتہ معلمین میں سے حضرت ابوبکرؓ، خبابؓ بن الارت، عبداللہؓ بن مسعودؓ اور مصعبؓ بن عمیر خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۵۔ دارِارقم مسلمانوں کے لیے دارالاسلام ہونے کے ساتھ ساتھ ''دارالشوریٰ'' بھی تھا جس میں باہمی مشاورت سے آئندہ تبلیغ کے منصوبے بنتے تھے۔ ہجرت حبشہ کا فیصلہ بھی باہمی مشورہ سے یہیں پر طے ہوا، اور اس جگہ کو تاریخ اسلام میں وہی مقام حاصل تھا جو قریش کے ہاں دارالندوہ کو حاصل تھا۔

۶۔ دارِارقم میں رسول اللہ ﷺ کا پناہ گزین ہونا ایک تاریخ ساز مرحلہ تھا اور یہ بھی حلف الفضول، حرب الفجار اور عام الفیل جیسا مہتم بالشان واقعہ تھا۔ جس طرح کفار مکہ اپنی معاصر تاریخ کا تعین ان واقعات سے کرتے تھے، اسی طرح مسلمان مؤرخین بھی مکی عہد نبوت میں پیش آنے والے واقعات کا تعین دارِارقم میں رسول اللہ ﷺ کے داخل ہونے سے قبل اور بعد کے حوالے سے کرتے ہیں۔

۷۔ حضرت ارقمؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے بہت ابتدا ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا اس لیے بہت ممکن ہے کہ انہوں نے بہت ابتدا ہی میں اپنے مکان کو تبلیغی سرگرمیوں کے لیے وقف کر دیا ہو اور آپ ﷺ ابتدائی سالوں میں ہی دارارقم کو اپنی دعوتی سرگرمیوں کا مرکز بنا چکے ہوں۔

۸۔ مؤرخین کے مختلف بیانات کی روشنی میں کہا جا سکتا ہے کہ دارارقم میں رسول اللہ ﷺ کے قیام کی مدت ایک سال سے بہر حال زائد تھی۔

۹۔ کفار مکہ مسلمانوں کے دارِارقم میں پناہ گزین ہونے سے پوری طرح واقف تھے۔☆ تاہم دارارقم کی اندرونی

☆ تمام رؤساء قریش رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی جائے پناہ سے واقف تھے۔ اسی لیے جب حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ

سرگرمیوں اور منصوبہ بندیوں سے وہ قطعاً ناواقف تھے۔

شعبِ ابی طالب

کفار مکہ کو یہ خوش فہمی تھی کہ وہ اپنے وحشیانہ جبر وتشدد سے اسلام کی اس تحریک کو موت کی نیند سلا دیں گے، لیکن جب ان کی تمام مساعی اور تدبیروں کے باوجود اسلام کا دائرہ پھیلتا ہی چلا گیا اور انہوں نے دیکھا کہ حضرت حمزہؓ اور عمرؓ جیسے لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا اور نجاشی کے دربار میں بھی ان کے سفیروں کو ذلت آمیز ناکامی کا سامنا کرنا پڑا ہے تو اس چوٹ نے کفارِ مکہ کو مزید حواس باختہ کر دیا، چنانچہ ان لوگوں نے طویل غور وخوض کے بعد متفقہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ اور ان کے خاندان کو محصور کر کے تباہ کر دیا جائے، چنانچہ تمام قبائل نے ایک معاہدہ کیا کہ کوئی شخص خاندانِ بنی ہاشم سے قربت کرے گا نہ ان کے ہاتھ خرید وفروخت کرے گا اور نہ ہی ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دے گا۔ یہ معاہدہ لکھ کر کعبۃ اللہ کے دروازے پر آویزاں کر دیا گیا۔ (۲۹)

حضرت ابوطالب مجبور ہو کر رسول اللہ ﷺ اور تمام خاندان بنی ہاشم سمیت شعبِ ابی طالب میں محرم ۷ نبوی میں محصور ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان سمیت اس حصار میں تین سال بسر کیے۔ ایام حج میں چونکہ تمام لوگوں کو امن تھا اس لیے حج کے موسم میں رسول اللہ ﷺ شعبِ ابی طالب سے باہر نکل کر مختلف قبائل عرب کو دعوت دیتے جبکہ باقی اوقات میں آپ ﷺ اسی گھاٹی میں مسلمانوں کی تربیت فرماتے۔ شعبِ ابی طالب میں خاندانِ بنی ہاشم کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی کے اشارات بھی ملتے ہیں۔ امام سُہَیلی نے سعد بن ابی وقاصؓ کا بیان نقل کیا ہے جو خود بھی محصورین میں شامل تھے۔ وہ فرماتے ہیں:

لقد جعت حتی انی وطئت ذات لیلة علی شیٔ رطب ووضعته فی فمی وبلعته وما ادری ما ھو الی الان (۳۰)

''میں ایک دن از حد بھوکا تھا۔ رات کو اندھیرے میں میرا پاؤں کسی گیلی چیز پر آ گیا میں نے اسے اٹھا کر منہ میں ڈالا اور نگل لیا۔ مجھے اتنی ہوش بھی نہ تھی کہ میں پتہ کرتا کہ وہ کیا چیز ہے اور اب تک مجھے اس کے بارے میں کوئی علم نہیں''۔

اسی طرح حضرت عتبہ بن غزوانؓ نے ایک دفعہ خطبہ جمعہ میں ارشاد فرمایا:

ارادہ قتل سے نکلے تو وہ سیدھے دارارقم کی طرف ہی جا رہے تھے، البتہ بعد میں رخ تبدیل کر کے اپنی بہن کے ہاں چلے گئے۔ (ابن ہشام، اسلام عمر بن الخطابؓ، ۳۸۱/۱) اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی ابوجہل کے ساتھ مڈبھیڑ کا مشہور واقعہ، جس کے نتیجہ میں حضرت حمزہؓ نے اسلام قبول کیا، بھی کوہ صفا یعنی دارارقم کے بالکل قریب ہی پیش آیا تھا۔ یقیناً ابوجہل آپ ﷺ کی قیام گاہ سے بھی واقف ہوگا۔ (ایضاً، اسلام حمزہؓ، ۳۲۸/۱) ویسے بھی مکہ جیسے کم آبادی والے شہر میں تیس چالیس افراد کا کسی جگہ آتے جاتے رہنا ایسی بات نہ تھی جو اہل مکہ سے پوشیدہ رہ سکتی۔

فلقد رأيتنی سابع سبعة مع رسول الله ﷺ مالنا طعام نأكله الا ورق الشجر، حتی قرحت أشداقنا(۳۱)

’’میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ساتواں مسلمان تھا اور ہمارے پاس کھانے کے لیے درختوں کے پتوں کے سوا کچھ نہ تھا، حتیٰ کہ ہماری باچھیں زخمی ہوگئیں‘‘۔

یہ اور اسی نوعیت کی وہ تمام حدیثیں جن میں صحابہؓ کی زبان سے مذکور ہے کہ ہم گھاس اور پتیاں کھا کر گزر بسر کرتے تھے، یہ اسی زمانہ کا واقعہ ہے۔ اس نوع کی احادیث سے جہاں محصوری کے اس دور میں صحابہ کرامؓ کی مشکلات کا پتہ چلتا ہے، وہاں شعبِ ابی طالب میں صحابہ کرامؓ کی موجودگی کا بھی واضح طور پر اشارہ ملتا ہے۔ محصوری کے اس دور میں جس قدر وحی نازل ہوئی، یقیناً شعبِ ابی طالب میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اس کی تعلیم دی ہوگی اور یہاں صحابہ کرامؓ بھی دینی امور پر تبادلۂ خیال کرتے ہوں گے۔ اس لحاظ سے شعبِ ابی طالب کو بھی مکی عہد نبوت کا ایک دعوتی مرکز قرار دیا جا سکتا ہے جہاں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ عرصہ تین سال تک تعلیم و تعلم اور دعوت و تبلیغ میں مشغول رہے۔

حوالہ جات

(۱) صحیح البخاری، کتاب الکفالة، باب جوار ابی بکر الصدیقؓ فی عهد النبی ﷺ وعقده، ح:۲۲۹۷، ص:۳۶۷۔ ایضاً، کتاب الصلوٰة، باب المسجد فی الطریق. ح:۴۷۶، ایضاً، کتاب مناقب الانصار، باب ہجرة النبی واصحابه الی المدینة، ح:۳۹۰۵،

(۲) ابنِ ہشام، دخول ابی بکرؓ فی جوار ابن الدغنه ورد جواره علیه، ۴۱۱/۱

(۳) ابنِ ہشام، اسلام عمر بن الخطابؓ ۳۸۲/۱

(۴) السیرة الحلبیة، ۱۳/۲

(۵) السمہودی، نور الدین علی بن احمد، ’’السیرة الحلبیة‘‘، ۱۳/۲، دار النفائس، الریاض،

(۶) المستدرک، تذکرہ ارقم بن ابی الارقم، ۵۰۲/۳

(۷) اسد الغابہ، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۶۰/۱

(۸) المستدرک، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۵۰۲/۳

(۹) ابن سعد، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۲۴۳/۳

(۱۰) ابن ہشام، مباداة رسول اللہ ﷺ قومه، وما کان منهم، ۲۶۳/۱

(۱۱) ابن سعد، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم ۲۴۲/۳۔ المستدرک، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۵۰۲/۳

(۱۲) الطبری، محمد بن جریر، ’’تاریخ الامم والملوک‘‘، ۲۳۰/۳، المطبعة الحسینیة،

(۱۳) ابنِ عبد البر، ’’الاستیعاب فی معرفة الاصحاب‘‘، تذکرہ ارقمؓ بن ابی الارقم، ۱۳۱/۱، دار الجلیل، بیروت، ۱۹۹۲ء

(۱۴) اسد الغابہ، تذکرہ عمار بن یاسرؓ ۴/۴۴
(۱۵) ابن ہشام، اسلام عمر بن الخطابؓ، ۱/۳۸۳۔ الکامل فی التاریخ، ۲/۵۸
(۱۶) ابن ہشام ، ذکر الہجرۃ الاولی الی ارض الحبشہ ، ۱/۳۵۸
(۱۷) ایضاً، اول من جہر بالقرآن، ۱/۳۵۱
(۱۸) تفصیل کے لیے ''اسد الغابہ'' میں ان صحابہ کرامؓ کے تراجم ملاحظہ کیجیے۔
(۱۹) ابن سعد، ۳/۱۱۵، ۲۷۳، ۴۲۵
(۲۰) حلیۃ الاولیاء، ۱/۱۹۲۔۱۹۵
(۲۱) الکامل فی التاریخ، ۲/۵۸
(۲۲) زاد المعاد، ۲/۱۰۰۔ تاریخ الامم والملوک، ۱/۹۵
(۲۳) اسد الغابہ، تذکرہ عمار بن یاسرؓ ۴/۴۴
(۲۴) ایضاً
(۲۵) ایضاً
(۲۶) الاصابہ، تذکرہ حمزہؓ بن عبد المطلب ، ۱/۳۵۴
(۲۷) اسد الغابہ، تذکرہ حمزہؓ بن عبد المطلب ، ۲/۴۶
(۲۸) ابن حجر، ابو الحسن، احمد بن علی ''فتح الباری'' کتاب فضائل الصحابہ، مناقب عمر بن الخطابؓ، ۷/۴۸، دار المعرفۃ، بیروت
(۲۹) ابن ہشام، خبر الصحیفۃ، ۱/۳۸۸
(۳۰) الروض الانف، حدیث نقض الصحیفۃ، ۱/۲۳۲۔ حلیۃ الاولیاء، تذکرہ سعدؓ بن ابی وقاص، ۱/۱۳۵-۱۳۶
(۳۱) المسند، حدیث عتبہؓ بن غزوان، ح:۲۰۰۸۶، ۶/۵۲۔ الاستیعاب، تذکرہ عتبہؓ بن غزوان، ۳/۱۰۲۶۔ حلیۃ الاولیاء، تذکرہ سعدؓ بن ابی وقاص، ۱/۱۳۶

دار ارقم ہائی سکول

☆ کوالیفائیڈ اور پروفیشنل ایڈمنسٹریٹرز
☆ دینی اور عصری علوم کا امتزاج
☆ ترجمہ قرآن اور سیرت النبیؐ بطور نصابی مضمون
☆ جدید اور تحقیق شدہ طریقہ ہائے تدریس
☆ اعلیٰ تعلیم یافتہ، تجربہ کار اور محنتی سٹاف
☆ حفظ القرآن کی سعادت کا اہتمام
☆ مکمل باپردہ اور پاکیزہ اسلامی ماحول
☆ ہم نصابی سرگرمیوں کا بھرپور اہتمام

زیر انتظام : انجم فروغ تعلیم، رتالی خورد، ضلع گوجرانوالہ